بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ضمیمہ جات بابت پارۂ دوازدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۳۵۵

احتجاج طبرسی میں ہے کہ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اے مولا اپنی بڑی سے بڑی فضیلت بیان فرمائیے۔ پس اُن جناب نے یہ آیت تلاوت فرمائی اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ وَیَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِّنْہُ۔ اور ارشاد کیا کہ جناب رسولؐ خدا کا شاہد میں ہوں۔ اسی کتاب کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام سے ایک زندیق نے کہا کہ میں تو یہ پاتا ہوں کہ خداتعالےٰ اپنی کتاب میں (خبر دیتا ہے کہ ہمارے نبی کے بعد ایک شاہد انہی سے اُنکا قائم مقام ہوگا اور جو شخص آنحضرتؐ کے بعد اُنکی جگہ بیٹھا اُس نے تو مدت تک بُت پرستی کی تھی۔ (کیا وہی جناب رسولِ خدا کا شاہد تھا؟) حضرت نے جواب دیا قول باریتعالےٰ وَیَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِّنْہُ سے مراد خدا کی حجت ہے جس کو خدا نے اپنی مخلوق پر مقرر کیا ہے اور یہ بات اُنکو جتلادی ہے کہ نبیؐ کی جگہ کا حقدار ایسا شخص ہے جو اُن کا قائم مقام ہوسکے اور اُنکے بعد ایسا شخص اُن کا نائب ہوگا جو مثل جناب رسولؐ خدا کے پاک و پاکیزہ ہو تاکہ اُس شخص کو جو نجاست کفر سے کسی وقت آلودہ ہوچکا ہے جناب رسولِ خدا کی جگہ بیٹھنا جائز نہو اور ظلم و گناہ پر اعانت کرنیوالوں کو (لاعلمی کے) عذر کا موقع نہ ملے۔ کیونکہ خداوندعالم نے اُس شخص پر جو کافر رہ چکا ہے عہدۂ نبوت و ولایت کو حرام فرما دیا ہے جیسا کہ خدائے تعالےٰ نے جناب ابراہیمؑ کے جواب میں ارشاد فرمایا لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۹ سطر ۵) اس آیت میں ظالمین سے مراد مشرکین ہیں کیونکہ ظلم بمعنی شرک ہے جیسا کہ خداتعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۶۵۷ سطر ۴) پس جب حضرت ابراہیمؑ کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ خداتعالےٰ کا یہ منصب بت پرستوں کو نہیں مل سکتا تو درگاہِ باری میں عرض کی وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۱۳ سطر ۸) آگاہ ہوجاؤ کہ جس نے منافقوں کو سچوں پر اور کفار کو مومنوں پر ترجیح دی اُس نے خدا پر بہت بڑا افترا کیا۔ اور بڑی تہمت لگانے کا وبال سمیٹا۔ خدائے تعالےٰ نے اپنی کتاب میں تصدیق کرنے والے اور جھٹلانے والے میں اور طاہر و نجس میں اور مومن و کافر میں فرق بتا دیا ہے اور یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ وفات جناب رسولِ خدا کے بعد اُن کا عہدہ ایسے ہی شخص کو ملیگا جو اُنہی کی طرح سچا اور عادل اور پاک و پاکیزہ و افضل ہو۔ اصبغ بن بناتہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا اگر میرے لئے مسند قضا بچھا دی جائے تو میں اُس پر بیٹھکر توریت والوں کو توریت کے موافق فتوے دونگا۔ انجیل والوں کا

مقدمہ انجیل کے مطابق فیصلہ کرونگا۔ قرآن والوں کے جھگڑے قرآن مجید سے طے کرونگا۔ یہ میرے روشن فیصلے خدا کے پاس پہنچیں گے۔ خدا کی قسم جتنی آیتیں قرآن میں نازل ہوئی ہیں خواہ وہ دن میں آئی ہوں یا رات میں اتری ہوں مجھے اُن سب کی شانِ نزول معلوم ہے اور جس جس کا سر استرے سے مونڈا گیا ہے اُس کی آیت قرآنی ضرور ہے خواہ وہ آیت اُس کو جنت میں لیجائے یا جہنم میں پہنچائے۔ یہ سُنکر ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا یا امیر المؤمنین بتایئے آپ کی شان میں کون سی آیت نازل ہوئی ہے؟ حضرت نے فرمایا۔ تو نے یہ قول باریتعالے اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ نہیں سُنا؟ پس جناب رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر تھے اور میں اُن جناب کا شاہد ہوں۔ اور اُنہی سے ہوں اور اُنکا قائم مقام ہوں۔

شیخ نے اپنی اَمالی میں جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کی یہ حدیث لکھی ہے کہ اُن حضرت نے جمعہ کے خطبہ میں بالائے منبر ارشاد فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور جانداروں کو خلق فرمایا قریش میں کوئی مرد ایسا نہیں ہے جس کے سر پر اُسترا چلا ہو مگر یہ کہ اُس کے بارے میں کوئی نہ کوئی آیت قرآن مجید میں ضرور نازل ہوئی ہے۔ مجھے یہ آیتیں اُسی طرح معلوم ہیں جس طرح وہ اشخاص معلوم ہیں۔ ایک شخص نے عرض کی یا امیر المؤمنین آپ کی شان میں کون سی آیت ہے؟ حضرت نے جواب دیا۔ اگر تو پوچھتا ہے تو سمجھ بھی لے اور یاد رکھ۔ کہ آیندہ میرے سوا کسی اور سے ایسا سوال نہ کرنا۔ آیا تو نے سورۂ ہود پڑھی ہے؟ اُس نے عرض کی یا امیر المؤمنین پڑھی ہے۔ حضرت نے فرمایا کیا قول باریتعالے اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ۔ تو نے سُنا ہے؟ اُس نے عرض کی جی ہاں سُنا ہے حضرت نے فرمایا اپنے پروردگار کی کھلی دلیل پر جو تھے وہ تو حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ تھے اور جو شاہد اُن کے خاندان سے اُن کے پیچھے پیچھے آیا وہ میں ہوں۔ خدا کی قسم میں ہی جناب رسُولِ خدا کا گواہ ہوں۔ اور میں ہی اُن حضرت کی عترت سے ہوں۔

جناب امام حسن علیہ السّلام نے معاویہ کے دربار میں ایک طویل خطبہ کے مابین ارشاد فرمایا کہ اے گروہ مردم! میں تم سے ایک بات کہتا ہوں۔ تمہارے کان بھی ہیں اور دل بھی سُنو۔ ہم اہلبیتِ رسالت ہیں۔ خدا نے ہم کو شرفِ اسلام سے بزرگی بخشی۔ پھر ہمیں تمام مخلوق میں سے پسند کرکے برگزیدہ اور ممتاز فرمایا۔ اور رجس سے ہم کو دُور کردیا اور ہم کو ایسا پاک قرار دیا جیسا کہ پاک قرار دینے کا حق ہے۔ رجس کے معنی ہیں شک کرنا۔ پس ہم نہ تو خدا کے برحق ہونے میں شک کرتے ہیں اور نہ دین اسلام کے برحق ہونے میں۔ ہر طرح کے نقصان اور عیب سے خدا نے ہم کو پاک قرار دیا ہے۔ آدم علیہ السّلام سے لیکر ہم تک سب کے سب نعمتہائے خدا کا بخلوص شکر ادا کرتے رہے ہیں۔ جب کبھی آدمیوں میں دو حصے ہوئے تو خدا یتعالے نے ہم کو بہترین حصہ میں رکھا۔ یہانتک کہ خداوند عالم نے جناب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور رسالت کے لئے منتخب کیا اور قرآنِ مجید اُن کے پاس بھیجا۔ پھر لوگوں کو خدا کی طرف بُلانے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے میرے والدِ ماجد نے اللہ اور اللہ کے رسُول کی یہ دعوت قبول کی اور سب سے اوّل اُنہوں نے ایمان کا اظہار کیا اور خدا و رسول کی تصدیق فرمائی۔ پس خداوندِ عالم نے اپنی کتاب میں جو جناب رسُولِ خدا پر نازل ہوئی ہے ارشاد کیا اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو خدا کی کھلی ہوئی دلیل پر تھے اور میرے پدرِ بزرگوار اُن کے گواہ تھے۔ جو آنحضرت کے پیچھے پیچھے (ہدایت کے لئے) آئے۔

شیخ مفید نے اپنی امالی میں بروایت عبّاد بن عبداللہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر جناب امیر المومنین علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کی یا امیر المومنین اس آیت " اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ کی تفسیر میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ حضرت نے ارشاد کیا " مَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ " سے جناب رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں جو اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر تھے اور میں اُن جناب کا گواہ ہوں اور اُنہی کی عترت سے ہوں۔ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُسی کی قسم قریش میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کے سر پہ اُسترا پھیرا گیا ہو کہ اُس کی شان میں کوئی آیت نازل نہ ہوئی ہو اور اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہم اہلبیت کے لئے خدائیتعالیٰ نے اپنے نبیِ اُمّی کی زبانی کیا کیا کچھ عطا فرمایا تو تم اس کو سمجھ لو کہ مجھے وہ اس قدر محبوب ہے کہ اگر میرے سامنے کا یہ میدان سونے سے بھرا ہوا ہو تو اُس کے مقابل سب ہیچ ہے۔ واللہ ہماری مثال اس اُمّت میں کشتیِ نوحؑ کی سی ہے اور بابِ حطۂ بنی اسرائیل کی سی۔

سُلیم بن قیس ہلالی کی کتاب سے وہ گفتگو جو قیس بن سعد بن عبادہ اور معاویہ میں ہوئی نقل کی گئی ہے قیس نے کہا کہ جب حضور سرورِ عالمؐ نے وفات پائی تو انصار جمع ہو کر ابوبکر کے پاس مجتمع ہوئے۔ اور (آپس میں یہ) کہنے لگے کہ ہم لوگ سعد بن عبادہ کی بیعت کئے لیتے ہیں۔ اتنے میں قریش بھی آ گئے۔ قریش نے ہمارے مقابلے میں حجتیں پیش کیں جو جناب امیر المومنین علیؑ بن ابیطالب اور اُنکے اہلبیت پیش کرتے اور ہم لوگوں کے خلاف جناب رسُولِ خدا کے حقدار اور عزیز قریب ہونے کی حجّت سے غالب آئے۔ اس کے بعد قریش نے انصار پر بھی ظلم کیا اور آلِ محمد پر بھی۔ البتہ میں بقسم کہتا ہوں کہ انصار میں سے۔ قریش میں سے۔ عرب میں سے۔ عجم میں سے کوئی بھی اس عہدہ کا مستحق نہ تھا بلکہ منصبِ خلافت سوائے علیؑ بن ابیطالب اور اُن کے بعد اُن کی اولاد کے اور کسی کا حق نہ تھا یہ سُن کر معاویہ نے غضبناک ہو کر کہا کہ اے پسرِ سعد یہ مضمون تو نے کس سے لیا اور یہ روایت تو نے کس سے سنی۔ غالباً اپنے باپ ہی سے سُنی ہوگی اور اُسی نے بیان کی ہوگی۔ قیس نے جواب دیا کہ میں نے تو یہ روایت اُس سے سُنی ہے جو میرے باپ سے بھی بہتر ہے اور میرے باپ کی بہ نسبت اُس کا حق مجھ پر زیادہ ہے۔ معاویہ نے

پوچھا وہ کون ہے؟ قیس نے جواب دیا وہ اس اُمت کے عالم اور اس کے ربانی اور صدیق اور فاروق علم حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام ہیں جن کی شان میں خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ؕ اس کے بعد جو جو آیتیں حضرت کی شان میں نازل ہوئی تھیں اُس نے پڑھ کر سنائیں۔ معاویہ بولا کہ صدیق اُمت تو ابوبکر ہے اور فاروقِ اُمت عمر بن خطاب اور مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ سے مراد عبداللہ بن سلام ہے۔ قیس نے کہا کہ ان خطابات کا سب سے زیادہ سزاوار اور ان آیات کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جس کی شان میں خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ. نیز یہ آیت نازل فرمائی اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۹۷ سطر) اور وہ شخص ہے جسکو جناب رسولِ خدا نے غدیر خم میں اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا اور یہ فرمایا کہ جس کا میں حاکم ہوں اُس کا یہ علیؑ بھی حاکم ہے اور غزوہ تبوک کے (جاتے) وقت فرمایا تھا کہ اے علیؑ! تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو جناب ہارونؑ کو جناب موسےٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

کشف الغمہ میں ہے عباد بن عبداللہ اسدی کہتے ہیں کہ میں نے جناب امیرالمومنین علیہ السلام کو بالائے منبر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ قریش میں کوئی ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں ایک یا دو آیتیں نازل نہ ہوئی ہوں۔ منبر کے نیچے سے ایک شخص نے عرض کی بتائیے آپ کی شان میں کونسی آیت اُتری ہے؟ حضرت یہ سنکر خفا ہوئے اور فرمایا اگر تو سب کے سامنے سوال نہ کرتا تو میں تجھے جواب نہ دیتا۔ وائے ہو تجھ پر کیا تو نے سورۂ ہود نہیں پڑھی ہے؟ پھر حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ خدا کی کھلی ہوئی دلیل پر تھے اور میں انہی سے ہوں اور اُن جناب کا گواہ ہوں۔

ابن شہر آشوب نے طبرسی سے اور انہوں نے راویوں کے ذریعے سے جابر بن عبداللہ انصاری سے اور اصبغ بن نباتہ اور جناب امام زین العابدین اور جناب امام محمد باقر اور جناب امام جعفر صادق علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ جناب امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ نے فرمایا۔ "اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ" سے مراد جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور "وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ" سے مراد میں ہوں

حافظ ابونعیم نے تین طریقہ سے عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ" جنابِ رسولِ خدا ہیں۔ اور "وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ" میں ہوں۔

خطیب خوارزمی نے بھی یہی لکھا ہے۔

ابن مغازلی شافعی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسولِ خدا نے فرمایا

میں اپنے پروردگار کی واضح دلیل پر ہوں اور علی بن ابیطالب علیہ السّلام میرے گواہ ہیں۔
ابن مغازلی شافعی نے راویوں کے ذریعہ سے علی بن حابس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں اور ابو مریم دونوں عبداللہ بن عطا کے پاس گئے۔ ابو مریم نے کہا اے عبداللہ تو علی بن حابس سے وہ حدیث بیان کر دے جو تو نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام کی مجھے سنائی تھی۔ اُس نے کہا میں اُن حضرت کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ہماری طرف سے پسر عبداللہ بن سلام ہو کے گزرا۔ میں نے عرض کیا اے مولا میں آپ پر فدا ہو جاؤں کیا یہ اُسی کا بیٹا ہے جس کی شان میں آیا ہے "وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ" حضرت نے فرمایا نہیں وہ تو تمہارے آقا امیر المومنین علی بن ابیطالب کی مدح میں ہے جن کی شان میں بہت سی آیات قرآنی آئی ہیں مثلاً "وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ" (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۰۵ سطر ۱) اور "اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ" اور "اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ" (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۵۵ سطر ۵)
ابان بن تغلب نے مسلم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں نے ابوذر غفاریؓ اور مقدادؓ بن اسود اور سلمانؓ فارسی کو کہتے ہوئے سُنا کہ ہم لوگ جناب رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے سوائے ہمارے اور کوئی اُن جناب کے پاس موجود نہ تھا کہ یکایک غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے مہاجروں کے تین گروہ حاضر ہوئے۔ اُنہیں دیکھ کر آنحضرتؐ نے فرمایا میرے بعد تین فرقے ہو جائینگے۔ ایک فرقہ اہل حق کا ہوگا جو ذرا بھی باطل میں آلودہ نہ ہوگا۔ اُن کی مثال سونے کی سی ہوگی کہ جتنا بھی اُسے آگ میں تپاؤ اُتنا ہی اُس کا کھرا پن کھلتا جائیگا۔ اور اس کی خوبی بڑھتی جائیگی۔ اور اُن کا امام اُس تہائی میں سے ایک شخص ہوگا اور وہ وہی ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں "اِمَامًا وَّرَحْمَةً" فرمایا ہے (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۰۵ سطر ۹) دوسرا فرقہ اہل باطل کا ہوگا جس کو حق سے کچھ سروکار نہ ہوگا۔ اُن کی مثال لوہے کے زنگ کی سی ہوگی کہ جتنا اُسے آگ میں تپایا جائے اُس کا میل کچیل اور زیادہ ثابت ہو اور اُن کا امام اس دوسری تہائی میں سے ایک ہوگا۔ تیسرا فرقہ اہل ضلالت کا ہوگا۔ وہ مذبذب ہوگا نہ ادھر ہوگا نہ اُدھر۔ اُن کا امام اُس تیسری تہائی میں سے ایک ہوگا۔ مسلم کہتا ہے کہ میں نے اُن سے دریافت کیا کہ وہ اہل حق اور اُن کا امام کون ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ حضرت علیؑ بن ابیطالب متقیوں کے امام ہیں۔ لیکن اور دو پیشواؤں کو ظاہر نہ کیا۔ میں نے کوشش بھی کی کہ کسی طرح اُن دونوں خبیثوں کا نام بھی وہ مجھے بتا دیتے مگر اُنہوں نے نہ بتایا۔ اس حدیث کو خوارزم کے بڑے خطیب موفق بن احمد نے نقل کیا ہے اور ابو الفرج المعافی صحیح بخاری والے کے اُستاد نے بھی روایت کیا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۳۵۹

صالح ہروی نے حضرت علیؑ بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے عرض کیا اے مولا! حضرت نوحؑ کے زمانہ میں تمام دنیا کیوں غرق کردی گئی۔ حالانکہ ڈوبنے والوں میں بچے اور بیگناہ لوگ بھی تھے۔ حضرتؑ نے فرمایا ان میں اطفال بالکل نہ تھے اس لئے کہ خداوندِ عالم نے طوفان سے چالیس برس پہلے عورتوں کے رحموں کو بانجھ کردیا تھا پس اُن کی نسل قطع ہوگئی تھی اور وہ سب کے سب ڈبو دئے گئے۔ اور اُن میں کوئی طفل نہ تھا۔ خدائے عادل کے خلافِ شان ہے کہ وہ بیگناہوں پر عذاب کرے۔ اب رہے اور لوگ۔ چونکہ انہوں نے نبیِ خدا حضرت نوحؑ کو جھٹلایا تھا یا اُن کی تکذیب کرنے والوں کے فعل پر راضی ہوگئے تھے اس لئے وہ غرق کردئے گئے۔ کیونکہ جو شخص کسی امر سے غائب ہو مگر اُس پر راضی ہوجائے تو وہ مثل اُن لوگوں کے شمار کیا جائیگا جو حاضر ہو اور اُس کا مرتکب ہو۔

مفضل بن عمرو کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ابو العباس کے پاس تشریف لے چلے تو اُس وقت میں حضرتؑ کے ہمراہ کوفہ میں موجود تھا۔ جب محلہ کناسہ پر پہنچے تو حضرتؑ نے فرمایا اس جگہ میرے چچا زید کو سولی دی گئی تھی۔ خدا اُن پر رحم فرمائے۔ وہاں سے چلکر وہ حضرتؑ روغن فروشوں کے کوچہ میں تشریف لائے۔ یہ وہ مقام ہے کہ اس جگہ چراغ فروشوں کا سلسلہ ختم ہوا تھا۔ پس وہ جناب سواری سے اتر پڑے اور مجھ سے فرمایا تو بھی اُتر آ۔ کیونکہ اس جگہ مسجد کوفہ تھی جسے حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں اس جگہ سوار ہو کر چلوں۔ میں نے عرض کیا اے مولا! اُس مسجد کو کس نے مٹا دیا؟ حضرتؑ نے فرمایا پہلے تو طوفانِ نوحؑ نے خراب کیا۔ پھر بادشاہِ کسریٰ اور نعمان کے آدمیوں نے اُسے تباہ کیا۔ رہی سہی زیاد ابنِ ابو سفیان نے مٹا دی۔ میں نے عرض کی اے مولا! کیا کوفہ اور مسجد کوفہ حضرت نوحؑ کے زمانہ میں تھے؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں اے مفضل تھے۔ حضرت نوحؑ اور اُن کی قوم کوفہ کی سمت مغرب میں فرات کے کنارے ایک بستی میں رہتے تھے۔ اور حضرت نوحؑ بڑھئی کا کام کیا کرتے تھے۔ پس خدا نے اُن کو برگزیدہ کیا اور اپنا نبی مقرر فرمایا حضرتؑ اُن لوگوں میں سے اوّل شخص ہیں جنہوں نے کشتی بنا کر پانی پر چلائی۔ حضرت نوحؑ اپنی قوم کو نوسو پچاس برس تک ہدایت کرتے رہے لیکن وہ لوگ اُن جناب سے مذاق اور مسخراپن کرتے تھے۔ پس جب حضرت نوحؑ کو معلوم ہوگیا (کہ اب یہ لوگ ایمان نہ لائینگے) تو اُن کے واسطے بددعا کی۔ اور درگاہِ باری میں عرض کیا پروردگارا! تو زمین پر کسی کافر کو باقی نہ رکھ کہ اگر تو انہیں چھوڑ دیگا تو یہ لوگ تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے۔ اور کافروں کی بدکار اولاد پیدا ہوگی۔ خدا نے وحی نازل فرمائی اے نوحؑ! بہت جلد ایک بڑی کشتی تیار کرلو۔ پس حضرت نوحؑ نے اپنے ہاتھوں سے مسجد کوفہ میں کشتی بنانا شروع کردی جس کے لئے لکڑی بہت دُور سے لائی جاتی تھی۔ یہانتک کہ اُسے بنا کے فراغت پائی۔ مفضل کہتے ہیں

چونکہ زوال ہوگیا تھا اس لئے امام علیہ السلام خاموش ہوگئے۔ پس حضرتؑ اُٹھ کھڑے ہوئے اور نمازِ ظہر و عصر ادا فرمائی۔ جب مسجد سے واپس ہوئے تو بائیں طرف متوجہ ہوکر دار الداین کی جانب دستِ مبارک سے اشارہ کیا۔ یہاں بن حکیم کا مکان تھا اور اس زمانہ میں اُس جگہ فرات کا پانی جاری ہے۔ پس حضرت نے فرمایا اے مفضل اِس مقام پر قومِ نوحؑ نے اپنے بُت یغوث و یعوق و نسر قائم کر رکھے تھے پھر حضرتؑ تھوڑی دُور چلکر گھوڑے پر سوار ہوگئے۔ میں نے عرض کی اے آقا حضرت نوحؑ نے کتنے دن میں کشتی تیار کر لی تھی؟ حضرتؑ نے فرمایا دو دَوروں میں بنا چکے تھے۔ میں نے عرض کی دو دَوروں کی کتنی مقدار ہوتی ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا اسّی برس۔ میں نے عرض کی کہ مخالفین تو یوں کہتے ہیں کہ حضرت نوحؑ نے کشتی پانسو برس میں بنائی تھی۔ حضرتؑ نے فرمایا حاشا و کلّا یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے "وَ وَحْيِنَا" (دیکھو صفحہ ۲۵۹۔ سطر ۴)۔

"قولِ مترجم" صاحبِ تفسیرِ صافی فرماتے ہیں کہ حدیث کے آخری فقرہ "وَ وَحْيِنَا" میں دو احتمال ہوتے ہیں ایک یہ کہ جو چیز کہ خدا کے حکم اور اُس کی تعلیم سے تیار کی جائے اُس کا زمانہ اس مُدت (پانسو سال) تک کیونکر طولانی ہو سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس مقام پر وحی کی سُرعت و عجلت کے ساتھ تفسیر کی ہے اس لئے کہ لفظ وحی اس معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ پس محاورہ میں کہا جاتا ہے اَلْوَحَا اَلْوَحَا۔ ممدودہ و مقصورہ دونوں کے ساتھ جس سے جلدی کرنا مراد ہوتا ہے۔ اور دوسرے معنی سند کے مقام پر زیادہ چسپاں ہیں:

میں نے عرض کی کہ اے مولا! یہ تو بتائیے کہ وہ تنور تھا کہاں جس میں سے پانی اُبلا تھا اور اس کا واقعہ کیا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ تنور ایک ایماندار بڑھیا کے گھر میں تھا جس کا مکان مسجد کے داہنے حصہ کے پیچھے قبلہ کی طرف تھا۔ میں نے عرض کی کہ اب اُس کا نشان کہاں ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ آجکل جہاں پر باب الفیل کا گوشہ ہے۔ پھر میں نے عرض کی سب سے پہلے اُسی تنور سے پانی ظاہر ہوا؟ حضرتؑ نے جواب دیا ہاں خدا کو یہی منظور تھا کہ وہ قوم اپنی آنکھ سے علامتِ عذاب دیکھ لے پھر خدائے تعالےٰ نے اُن پر موسلا دھار پانی برسایا اور زمین کے کُل چشمے بھی جاری کر دئیے۔ پس اُن سب کو تو خدائے تعالےٰ نے ڈبو دیا اور حضرت نوحؑ کو مع اُن کے ہمراہیوں کے جو کشتی میں تھے غرق ہونے سے بچا لیا۔ میں نے عرض کیا نوح علیہ السلام کو کشتی میں کتنے دن لگے کہ پانی زمین میں جذب ہوگیا اور وہ کشتی سے برآمد ہوئے؟ حضرتؑ نے فرمایا سات شبانہ روز۔ اور حضرتؑ نے سات دن تک بیت اللہ کا طواف کیا۔ بعد ازاں کشتی کوہِ جودی پر ٹھیری۔ یہ اُس دریائے فرات کا منبع ہے جو کوفہ کے پاس بہتا ہے میں نے دریافت کیا کہ اُس زمانہ میں مسجدِ کوفہ تھی؟ حضرتؑ نے فرمایا وہ انبیائے خدا کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ جب حضور سرورِ عالمؐ شبِ معراج یہاں وارد ہوئے تو جبرئیلؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اپنے پدر بزرگوار آدم علیہ السلام کی مسجد میں اُتریے کہ انبیاء علیہم السلام کا مصلّےٰ ہے۔ پس وہ جناب اُتر پڑے اور نماز پڑھی پھر

آسمان پر تشریف لیگئے۔

عبدالحمید ابن دیلم نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ وہ جناب فرماتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ہمراہ کشتی میں جانوروں کے آٹھ جوڑے لئے تھے جن کی خبر خدا نے قرآن میں دی ہے ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۳۲ سطر ۴) (کشتی میں) آٹھ جوڑے تھے دو جوڑے بھیڑ کے تھے۔ ایک اہلی جسے آدمی پالتے ہیں دوسرا وحشی جو پہاڑوں میں رہتا ہے۔ شکار اس کا حلال ہے۔ دو جوڑے بکری کے تھے۔ ایک پالتو جسے آدمی پرورش کرتے ہیں دوسرا جنگلی وہ ہرن کا سا گلہ ہے جو صحرا میں رہتا ہے۔ گائے کے بھی دو جوڑے تھے۔ ایک پالتو دوسرا نیل گائے۔ اونٹ کے بھی دو جوڑ تھے ایک بختی دوسرا عربی۔ اور ہر قسم کے پرندے بھی تھے پالتو بھی اور جنگلی بھی۔ بعد اس کے تمام زمین ڈوبو دی گئی (سوائے مقام بیت اللہ کے)

ابو بصیر کہتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جبکہ خداوند عالم نے قوم نوح کو تباہ کرنے کا ارادہ کیا تو چالیس برس پہلے عورتوں کو بانجھ بنا دیا۔ پھر ان میں کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ پس نوح علیہ السلام کشتی تیار کر چکے تو خدا کا حکم پہنچا کہ سریانی زبان میں آواز دو۔ جونہی حضرت نوح نے پکارا سارے وحشی اور حیوان حاضر ہو گئے۔ پس حضرت نوح نے حیوان کی ہر جنس سے دو دو جوڑے اپنی کشتی میں رکھ لئے اور تمام دنیا میں کل اسی آدمی ایمان لائے تھے انکو بھی سوار کر لیا جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۵۹ سطر ۱۰) (جب تنور نے جوش کھایا تو) ہم نے کہدیا کہ اس کشتی میں ہر ہر قسم کا ایک ایک جوڑا لے لو اور اپنے کل اہل و عیال کو سوار کر لو۔ سوائے اُن کے جن کے برخلاف پہلے ہی ہمارا حکم ہو چکا ہے۔ اور جو ایمان لایا ہے (اُسے بھی بٹھا لو) حالانکہ اُن کے ساتھ بہت ہی کم ایمان لائے تھے۔ وہ کشتی مسجد کوفہ سے جاری ہوئی تھی۔ جب قوم نوح کے ہلاک ہونے کا دن آیا زوجہ نوح اُس مقام پر روٹی پکا رہی تھی جو مسجد کوفہ میں فار التنور کے ساتھ معروف ہے۔ حضرت نوح نے کشتی میں ہر جنس حیوان کے لئے جُدا جُدا درجے بنائے تھے۔ اُن میں ہر ایک کے کھانے پینے کا سامان بھی رکھ لیا تھا۔ جب تنور سے پانی اُبلنے لگا تو حضرت نوح کی زوجہ چیخنے لگیں۔ پس حضرت نوح تنور کے پاس آئے اور اُس پر مٹی رکھ کر مہر کر دی۔ تا اینکہ تمام حیوانات کو سفینہ میں داخل کر لیا۔ پھر آپ (دوبارہ) تنور کے پاس آئے اور مہر اپنی توڑ دی اور مٹی اُس سے ہٹا دی۔ آفتاب کو گہن لگا۔ آسمان سے بغیر قطروں کا موسلا دھار پانی پڑنے لگا۔ زمین کے چشمے کھل گئے۔ چنانچہ خدائے تعالٰے اس واقعہ کی یوں خبر دیتا ہے۔" فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۙ وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ

عُیُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۴۶ سطر ۹) اُس وقت حضرت نوحؑ نے فرمایا اِرْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۶۰ سطر ۱) (جب سب لوگ سوار ہوگئے تو) کشتی چل نکلی۔ حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا کہ وہ کبھی گرتا ہے کبھی کھڑا ہوتا ہے۔ فرمایا اے فرزند! تو بھی ہمارے ساتھ ہو جا۔ کافروں کا ساتھ نہ دے۔ اُس نے کہا میں اس پہاڑ پر چڑھ جاؤنگا۔ وہ مجھے ڈوبنے سے بچا لیگا۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا آج کے دن خدا کے عذاب سے کوئی بچنے والا نہیں ہے سوائے اُس کے جس پر خدا رحم فرمائے (جب حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کو ڈوبتے دیکھا تو) اپنے پروردگار کو پکار کے عرض کیا اے میرے اللہ! میرا بیٹا میرے اہل میں داخل ہے اور تیرا وعدہ سچّا ہے تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ ارشادِ باری ہوا اے نوحؑ! وہ تمہاری اولاد سے نہیں ہے کیونکہ وہ بدچلن ہے۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ جس بات کا تمہیں علم نہ ہو اُس کی بابت تم مجھ سے سوال نہ کرو کہیں تم جاہلوں میں شامل نہ ہو جاؤ۔ حضرت نوحؑ نے عرض کیا پروردگارا! ضرور میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے میں ایسی بات کی درخواست کروں جس کا مجھے علم نہ ہو اگر تو مجھے معاف نہ کریگا اور مجھ پر رحم نہ فرمائیگا تو میں نقصان اُٹھانیوالوں میں سے ہو جاؤں گا۔ پس موج اُن دونوں کے درمیان حائل ہوگئی اور نوحؑ کا بیٹا ڈوب گیا۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ موجوں کے تھپیڑوں نے کشتی کو چلایا یہانتک کہ وہ مکۂ معظمہ پہنچی اور خانۂ کعبہ کے اُس نے سات دَورے کئے۔ تمام دنیا پانی میں ڈوب گئی تھی مگر خانۂ کعبہ کا مقام غرق نہ ہوا تھا اسی لئے اُس کا نام بیتِ عتیق ہوا کہ وہ ڈوبنے سے آزاد (محفوظ) کیا گیا۔ اور چالیس روز تک آسمان سے پانی پڑتا رہا اور زمین سے چشمے اُبلے۔ یہانتک کہ کشتی بلند ہوگئی اور آسمان کے دروازے کھل گئے حضرت نوحؑ نے ہاتھ اُٹھا کے دعا مانگی خدایا اب تو اس پانی کو روک دے۔ پس خدائے تعالےٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اپنا پانی پی لے۔ چنانچہ قرآن مجید میں خبر دیتا ہے۔ کہا گیا اے زمین تو اپنے پانی کو نگل لے۔ اور اے آسمان تو رُک جا۔ تمام پانی سُکھا دیا گیا۔ معاملہ طے کر دیا گیا اور کشتی کوہِ جودی پر ٹھیر گئی۔ زمین نے اپنے پانی کو اُتار لیا۔ جب ہی آسمان کے پانی نے اُس میں داخل ہونا چاہا تو زمین نے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے یہ حکم ہے کہ میں اپنا پانی کھینچ لوں۔ بس آسمان کا پانی روئے زمین پر باقی رہ گیا اور کشتیٔ نوحؑ کوہِ جودی پر جو موصل کے قریب ایک بڑا پہاڑ ہے ٹھیر گئی۔ پس خدائے تعالےٰ نے جبرئیلِ امین کو بھیجا اُنہوں نے وہ پانی اُن سمندروں میں پہنچا دیا جو دنیا کے گرداگرد ہیں حضرت نوحؑ کو یہ حکم ہوا اے نوحؑ! تم اور جو گروہ تمہارے ساتھ ہے کشتی سے اُترو کہ تم پر اور تمہارے ساتھ والوں پر ہماری طرف سے سلامتی اور برکتیں ہیں اور اُنہی میں سے کچھ گروہ ایسے ہونگے جن کو ہم عنقریب نفع پہنچائیں گے۔ پھر ہماری طرف سے اُن کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ پس نوح علیہ السلام

اسّی آدمیوں سمیت موصل میں کشتی سے اُتر پڑے اور بلدۃ الثمانین اُسی جگہ آباد کیا۔

قمی نے طوفانِ نوحؑ کا واقعہ یوں لکھا ہے۔ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نوحؑ اپنی قوم کو تین سو برس تک خدا کی طرف بلاتے رہے اور ہدایت کرتے رہے مگر کسی نے اُن کا کہا نہ مانا۔ پس اُن جناب نے اُن لوگوں پر دعائے بد کرنے کا ارادہ کیا تو طلوعِ آفتاب کے قریب فرشتوں کے بارہ ہزار گروہ پہلے آسمان سے اُن کے پاس آموجود ہوئے۔ حضرت نوحؑ نے ارشاد کیا تم کون ہو؟ اُنھوں نے جواب دیا ہم بارہ ہزار گروہِ ملائکہ آسمانِ اوّل کے رہنے والے ہیں۔ آسمانِ دنیا کی موٹائی پانسو برس کی ہے اور اسی قدر زمین سے آسمانِ دنیا تک فاصلہ ہے۔ طلوعِ صبح کے وقت ہم وہاں سے چلے تھے اس وقت ہم آپ کے پاس پہنچ گئے۔ ہم سب آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ اپنی قوم کو بددعا نہ کریں۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا میں نے اُن کو تین سو برس کی مہلت دی۔ پس جب چھ سو سال گذر گئے اور یہ لوگ ایمان نہ لائے تو ان پر بددعا کرنے کا قصد کیا۔ اتنے میں دوسرے آسمان سے بارہ ہزار فرشتوں کی جماعت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آنجناب نے پوچھا تم کون ہو؟ اُنھوں نے جواب دیا ہم بارہ ہزار قبیلے دوسرے آسمان کے ہیں (یہ ملحوظِ خاطر رہے کہ) دوسرے آسمان کی موٹائی پانسو برس کی ہے اور اسی قدر آسمانِ دنیا سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ ہے۔ آسمانِ دنیا کی موٹائی بھی پانسو برس میں طے ہوتی ہے۔ اور اتنی ہی مسافت آسمانِ دنیا سے زمین تک ہے۔ ہم سب طلوعِ آفتاب کے وقت وہاں سے چلے تھے۔ چاشت کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ہماری استدعا آپ سے یہ ہے کہ آپ اپنی قوم کے لئے بددعا نہ فرمائیں۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا میں نے اُن کو تین سو برس کی اور مہلت دی جب نو سو برس ہو گئے اور وہ ایمان نہ لائے تو اُن کے لئے بددعا کا قصد کیا۔ خدا نے حضرت نوحؑ کو وحی کی۔ اے نوحؑ تمہاری قوم میں سے جو ایمان لا چکے وہ لا چکے اب کوئی بھی ایمان نہ لائیگا۔ پس جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں اُس سے تم رنجیدہ نہ ہو۔ اُس وقت نوحؑ نے عرض کی اے میرے پروردگار تو زمین پر کافروں سے کسی ایک بسنے والے کو بھی نہ چھوڑ۔ کہ اگر تو اُن کو چھوڑ دیگا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کرینگے۔ اور بدکار کفّار اُن کی اولاد میں پیدا ہونگے۔ پس خدا نے حکم دیا اے نوحؑ! تم خرمے کے درخت لگاؤ۔ یہ حکم پاتے ہی وہ حضرت خرمے کے درخت لگانے میں مصروف ہو گئے۔ اُن کی قوم کے لوگ اُدھر سے گزرتے تھے۔ اور مسخرا پن اور مذاق کرتے تھے۔ اور وہ لوگ کہتے تھے اس بوڑھے کو دیکھو کہ نو سو برس کی عمر میں اب باغ لگانے بیٹھے ہیں۔ ساتھ ہی وہ ملاعنہ اُن جناب پر پتھر مارتے تھے پس جب پچاس برس اور گزر گئے۔ خرمے کے درخت بڑے ہو کر اپنی مراد کو پہنچ گئے تو خدا نے اُن کے کاٹنے کا حکم دیا۔ (یہ حال دیکھ کر) اُنھوں نے ہنسی اُڑائی کہ یہ درخت تو رسیدہ ہو گئے تھے (انہیں کیوں برباد کر دیا) اس واقعہ کی خدا خبر دیتا ہے کہ جب قومِ نوحؑ اُنکی طرف سے گزرتی تھی تو اُن سے

مسخراپن کیا کرتی تھی حضرت نوحؑ نے اُن سے کہا اگر تم ہم سے ہنسی کرتے ہو (کروکسی وقت) ہم بھی تم سے یونہی ہنسی کریں گے۔ عنقریب تمہیں معلوم ہوجائے گا۔ پس خدا نے حضرت نوحؑ کو کشتی بنانے کا حکم دیا اور تعلیم کے لئے جبرئیلؑ کو اُن کے پاس بھیج دیا اور زمین میں اُس کشتی کا طول بارہ سو ہاتھ کا تھا۔ اور اُس کا عرض آٹھ سو ہاتھ اور اونچائی اسّی ہاتھ کی تھی۔ نوح علیہ السلام نے درگاہِ خدا میں عرض کی اے میرے پروردگار کشتی کے بنانے میں کون میری مدد کریگا؟ ارشادِ باری ہوا اے نوحؑ اپنی قوم سے کہو جو ہماری کشتی کے بنانے میں ہاتھ بٹائیگا اور بڑھئی کا کام کرے گا تو اُسے چاندی اور سونا مزدوری میں ملے گا۔ نوحؑ نے اپنی قوم کو یہی آواز دی وہ لوگ مزدوری کے لئے آگئے کام بھی کرتے تھے اور مزاح بھی اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو یہ خشکی میں کشتی بناتے ہیں۔

الاکمال میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم پر عذاب نازل ہونے کی خدا سے درخواست کی تو خدا نے جبرئیلؑ کو اُن کے پاس بھیجا۔ جبرئیل حاضر خدمت ہوئے۔ اُن کے ساتھ خرمے کی سات گٹھلیاں تھیں۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا یا نبی اللہ خدائے تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یہ لوگ میری مخلوق اور بندے ہیں۔ میں ان کو اپنے عذاب سے اُس وقت ہلاک کروں گا کہ ان کو دوبارہ ہدایت کی جائے اور ان پر حجت تمام کردی جائے۔ پس اب تم اپنی قوم کی نصیحت میں پھر کوشش کرو میں تمہیں اس کا ثواب دوںگا۔ اور تم یہ گٹھلیاں بو دو کہ تم کو ان کے بننے اور رسیدہ ہونے اور پھل لانے کے زمانے تک اس مصیبت سے نجات اور رہائی حاصل ہوگی اور تم اس کی اُن لوگوں کو بھی خوشخبری دے دو جو تم پر ایمان لائے ہیں۔ پس جب درختوں کے کلّے پھوٹے اور سخت ہو گئے اور کمال کو پہنچ گئے اور بہت دنوں کے بعد اس پر پھل لگے تو حضرت نوحؑ نے خدائے تعالےٰ سے وعدہ ایفائی کی درخواست کی۔ ارشادِ باری ہوا اب تم ان درختوں کی گٹھلیاں لگاؤ۔ کچھ زمانہ تک اور صبر کرو اس قوم کو مکرر ہدایت کرکے حجت تمام کرلو۔ پس حضرت نوح علیہ السلام نے لوگوں کو خبر دی (کہ اب کی دفعہ عذاب آئیگا) یہ خبر سُنکر تین سو آدمی مرتد ہوگئے (ایمان سے پھر گئے) اور کہنے لگے کہ نوحؑ کا دعوےٰ سچا ہوتا تو اُس کا پروردگار وعدہ خلافی نہ کرتا۔ پس خداوندِ عالم ہر دفعہ نیا باغ لگانے کا حکم دیتا رہا۔ یہانتک کہ سات مرتبہ باغ لگائے اور ہر دفعہ ایمانداروں میں سے ایک گروہ مرتد ہوتا رہا۔ تاآنکہ ستّر آدمی اسلام پر باقی رہ گئے۔ اُس وقت خداوندِ عالم نے وحی کی۔ اے نوحؑ اب رات اور دن میں فرق ہوگیا۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے حق ظاہر ہوگیا۔ جن کی اصلیت بُری تھی وہ دین سے پھر گئے۔ پس اگر میں اُس وقت کفار کو ہلاک کردیتا تو یہ مرتد ہونے والے جو (ظاہر میں) ایمان لاچکے تھے باقی رہ جاتے تو میں نے تم سے تمہاری قوم کے خالص مومنوں اور توحید کے ماننے والوں کے لئے جو وعدہ کیا تھا وہ کیسے ٹھیک ہوتا کیں تمہاری نبوت

کے ماننے والوں کو زمین پر اپنا خلیفہ بناؤں گا۔ اور دین کے اظہار کی انہیں قدرت دوں گا۔ اور اُن کے خوف کو امن سے بدل دوں گا تاکہ شرک و کفر کے دُور ہونے سے وہ میری اچھی طرح عبادت کر سکیں۔ پس جبکہ میں اُن مرتدوں کے ضعفِ اعتقاد اور خباثتِ طینت اور بدباطنی سے جس کا انجام نفاق اور طرح طرح کی گمراہی ہے بخوبی واقف تھا تو ایسے لوگوں کو کیونکر خلیفہ بناتا اور کیسے قدرت و امان دیتا اور جبکہ خلیفہ بنانے وقت مومنین کو حکومت ملنے کی اُن کو خبر ہو جاتی تو مومنین کے دشمن انہیں ہلاک کر دیتے۔ اُس وقت ظالموں کی بُری رسمیں رواج پا جاتیں۔ اور اُن کا نفاق مستحکم ہو جاتا۔ اُن کے دلوں کی گمراہی کا رنج ہیجان میں آتا۔ اپنے بھائیوں سے کھلم کھلا عداوت رکھتے اور طلبِ حکومت و ریاست پر اُن سے لڑتے۔ پھر کیونکر مومنین کو اجرائے دین پر قدرت ہوتی اور لڑائی جھگڑوں میں فتنہ و فساد برپا ہونے میں ہرگز اُن کا فرمان جاری نہ ہوتا۔ پس اب تم ہمارے روبرو ہماری وحی کے موافق کشتی تیار کر لو۔

قمی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے جبکہ خداوندِ عالم نے قومِ نوحؑ کے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو چالیس برس پہلے عورتوں کو بانجھ بنا دیا۔ اس عرصہ میں کوئی بچہ پیدا نہ ہوا پس جب حضرت نوحؑ کشتی بنا چکے تو حکمِ خدا ہوا اے نوحؑ! اب تم سُریانی زبان میں ایک آواز لگاؤ کہ تمام جانور تمہارے پاس آ جائیں گے۔ جونہی اُن جناب نے آواز دی سارے حیوانات آ موجود ہوئے پس حضرت نوحؑ نے ہر جنس میں سے سوائے بلی اور چوہے کے دو دو جوڑے کشتی میں بٹھا لئے۔ جب آدمیوں نے جانوروں کے گوبر اور بیٹ اور فضلۂ انسان کی جنابِ نوحؑ سے شکایت کی تو اُن حضرت نے سؤر کو بلا کر اُس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔ اُسے چھینک آئی تو اُس کی ناک سے (بقدرتِ خدا) ایک جوڑا چوہے کا گر پڑا۔ پس جب چوہوں کی نسل پھیلی اور وہ نقصان دینے لگے تو یہ حال اُن لوگوں نے جناب نوحؑ سے بیان کیا۔ حضرتؑ نے شیر کو طلب فرما کے اُس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔ ہاتھ کے پھیرتے ہی اُسے چھینک آئی تو اُس کی ناک سے ایک جوڑا بلی کا (بقدرتِ خدا) نکل پڑا۔ دوسری روایت میں ہے کہ لوگوں نے حضرت نوحؑ سے فضلہ کے بکثرت ہو جانے کی شکایت کی تو اُن جنابؑ نے ہاتھی کے ماتھے پر ہاتھ پھیرا کہ چھینک کے ساتھ سؤر کا جوڑا اُس کی ناک سے نکل پڑا۔

علل الشرائع میں ہے جناب امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام سے کسی نے پوچھا یا امیر المومنین کیا وجہ ہے کہ بھیڑ کی شرمگاہ برہنہ ہے اور دُم اُس کی چھوٹی ہے (اور دُنبہ کے چکتی ہوتی ہے) حضرتؑ نے فرمایا جس وقت نوح علیہ السلام نے بھیڑ کو کشتی میں داخل کرنا چاہا تو یہ رُک گئی پھر اُسے دھکیلا تو اُس کی دُم ٹوٹ گئی۔ اور دُنبہ جلدی سے کشتی میں چلا گیا۔ حضرت نوحؑ نے اُس کی شرمگاہ پر ہاتھ پھیرا۔ پس اُس کی دُم کی جگہ چکتی نمودار ہو گئی۔

اور کوئی آیت معلوم نہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا میں نے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ سب سے زیادہ امیدوار بنانے والی کتاب خدا میں یہ آیت ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۷۳ سطر ۲) حضور سرورِ عالمؐ نے یہ آیت پوری تلاوت کرکے ارشاد کیا اے علیؑ! قسم ہے اُس کی جس نے مجھے برحق بشیر و نذیر مقرر کیا ہے۔ جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرتا ہے تو اس کے اعضائے وضو کے گناہ گر جاتے ہیں۔ اور جب وہ اپنے ظاہر و باطن کو (خدا کی طرف) متوجہ کرتا ہے تو جس وقت وہ اپنی نماز کو تمام کرے گا تو گناہوں سے اس طرح باہر آئے گا گویا اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے۔ پھر اگر وہ گناہ کرے گا تو دوسری نماز میں اُس کی وہی حالت ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اُن جنابؐ نے پانچوں نمازیں شمار کیں اور فرمایا اے علیؑ! یہ پنج وقتہ نماز میری اُمت کے لئے اُس نہر جاری کی مانند ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر بہتی ہو پس تم سمجھ لو کہ جس کے بدن میں میل کچیل ہو اور وہ ایک دن میں پانچ مرتبہ اُس میں نہائے تو کیا اُس کے بدن میں میل باقی رہے گا؟ خدا کی قسم اسی طرح میری اُمت کو یہ پانچ وقت کی نماز (بشرطِ قبولیت) گناہوں سے پاک و صاف کر دیتی ہے۔

سماعہ بن مہران کہتا ہے کہ ایک پہاڑی آدمی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک شخص کو بادشاہ (جابر) کے ملازموں سے کچھ مال ہاتھ لگا۔ پس کچھ تو اُس نے صدقہ میں دیا اور کچھ مال اپنے عزیزوں میں تقسیم کیا اور کچھ حجِ بیت اللہ میں صرف کیا تاکہ اُس کے گناہ معاف ہوں اور (ہر کام کے وقت) اس آیت کو پڑھ دیتا تھا "اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ" حضرتؑ نے فرمایا (یہ اُس نے خطا کی) گناہ سے گناہ دور نہیں ہو سکتا بلکہ نیکی سے بدی زائل ہوتی ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۳۷

غرض جب برادرانِ یوسفؑ کو یقین ہو گیا کہ اب یعقوب علیہ السلام نہ آئیں گے تو وہ سب کے سب حضرت یوسفؑ کو ایک بن میں (اُنجان) درختوں کے نیچے لائے اور کہنے لگے۔ اس درخت کے نیچے اسے مار کر ڈال دیں کہ رات کو بھیڑیا آکر کھا جائے گا۔ بڑے بھائی (یہودا) نے کہا یوسفؑ کو قتل نہ کرو بلکہ تمہیں کچھ ایسا ہی کرنا ہے تو کسی گہرے کنوئیں میں اسے پھینک دو کہ اسے کوئی راہگیر اُٹھا لے جائے گا۔ پس وہ لوگ حضرت یوسفؑ کو ایک کنوئیں پر لائے اور اُن کو اُس کنوئیں میں دھکیل دیا۔ اُن کا گمان یہ تھا کہ یوسفؑ اُس کے پانی میں ڈوب جائیں گے۔ مگر جس وقت حضرت یوسفؑ کنوئیں کی تہ میں پہنچے تو اپنے بھائیوں کو آواز دے کر بولے کہ اے اولادِ روبین! تم میرے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کو میرا اسلام کہہ دینا۔ جس وقت اُن کے کان میں یوسفؑ کی آواز پہنچی۔ تو

اور کوئی آیت معلوم نہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا میں نے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ سب سے زیادہ اُمیدوار بنانے والی کتابِ خدا میں یہ آیت ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ ؕ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۰۳ سطر ۲) حضور سرورِ عالمؐ نے یہ آیت پوری تلاوت کر کے ارشاد کیا اے علیؑ! قسم ہے اُس کی جس نے مجھے برحق بشیر و نذیر مقرر کیا ہے۔ جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرتا ہے تو اس کے اعضائے وضو کے گناہ گِر جاتے ہیں۔ اور جب وہ اپنے ظاہر و باطن کو (خدا کی طرف) متوجہ کرتا ہے تو جس وقت وہ اپنی نماز کو تمام کرے گا تو گناہوں سے اِس طرح باہر آئے گا گویا اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے۔ پھر اگر وہ گناہ کرے گا تو دوسری نماز میں اُس کی وہی حالت ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اُن جنابؐ نے پانچوں نمازیں شمار کیں اور فرمایا اے علیؑ! یہ پنج وقتہ نماز میری اُمّت کے لئے اُس نہرِ جاری کی مانند ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر بہتی ہو پس تم سمجھ لو کہ جس کے بدن میں مَیل کچیل ہو اور وہ ایک دن میں پانچ مرتبہ اُس میں نہائے تو کیا اُس کے بدن میں مَیل باقی رہے گا؟ خدا کی قسم اسی طرح میری اُمّت کو یہ پانچ وقت کی نماز (بشرطِ قبولیت) گناہوں سے پاک و صاف کر دیتی ہے۔

سماعہ بن مہران کہتا ہے کہ ایک پہاڑی آدمی نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے سوال کیا کہ ایک شخص کو بادشاہ (جابر) کے ملازموں سے کچھ مال ہاتھ لگا۔ پس کچھ تو اُس نے صدقہ میں دیا اور کچھ مال اپنے عزیزوں میں تقسیم کیا اور کچھ حجِ بیت اللہ میں صرف کیا تاکہ اُس کے گناہ معاف ہوں اور (ہر کام کے وقت) اِس آیت کو پڑھ دیتا تھا: "اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡھِبۡنَ السَّیِّاٰتِ" حضرتؑ نے فرمایا (یہ اُس نے خطا کی) گناہ سے گناہ دُور نہیں ہو سکتا بلکہ نیکی سے بدی زائل ہوتی ہے!

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۳۰۷

غرض جب برادرانِ یوسفؑ کو یقین ہو گیا کہ اب یعقوب علیہ السّلام نہ آئیں گے تو وہ سب کے سب حضرت یوسفؑ کو ایک بَن میں (انجان) درختوں کے نیچے لائے اور کہنے لگے۔ اس درخت کے نیچے اِسے مار کر ڈال دیں کہ رات کو بھیڑیا آ کر کھا جائے گا۔ بڑے بھائی (یہودا) نے کہا یوسفؑ کو قتل نہ کرو بلکہ تمہیں کچھ ایسا ہی کرنا ہے تو کسی گہرے کنوئیں میں اِسے پھینک دو کہ اِسے کوئی راہگیر اُٹھا لے جائے گا۔ پس وہ لوگ حضرت یوسفؑ کو ایک کنوئیں پر لائے اور اُن کو اُس کنوئیں میں دھکیل دیا۔ اُن کا گمان یہ تھا کہ یوسفؑ اُس کے پانی میں ڈوب جائیں گے۔ مگر جس وقت حضرت یوسفؑ کنوئیں کی تہ میں پہنچے تو اپنے بھائیوں کو آواز دے کر بولے کہ اے اولادِ روبین! تم میرے باپ حضرت یعقوب علیہ السّلام کو میرا سلام کہدینا۔ جس وقت اُن کے کان میں یوسفؑ کی آواز پہنچی۔ تو

ہی نہایت تیزی سے اُترا اور ایسے وقت میں ابراہیمؑ کو جا لیا کہ وہ آگ اور ہوا کے مابین تھے۔ پس میں نے عرض کیا اے ابراہیمؑ! اگر کوئی حاجت ہو تو بیان کرو۔ ابراہیمؑ نے جواب دیا خدا سے ضرور ہے مگر تم سے نہیں۔ دوسرے اُس دن جبکہ ابراہیمؑ اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کے ذبح کرنے پر مامور ہوئے تو بھی مجھے حکم ہوا۔ اے جبرئیلؑ! جلد جا۔ اپنی عزت و جلال کی قسم اگر تمہارے پہنچنے سے پہلے اسمٰعیلؑ کے گلے پر چھری چل گئی تو میں تمہارا نام فرشتوں کے دفتر سے مٹا دوں گا۔ پس میں جلدی سے اُترا۔ اور چھری کو اُلٹ کر دنبہ اُس کے نیچے ڈال دیا۔ تیسرے اُس دن کہ یوسفؑ کنوئیں میں پھینکے گئے۔ میرے پاس خدا کی وحی آئی۔ اے جبرئیل! یوسفؑ کی جلد خبر لو۔ اپنی عزت و جلال کی قسم اگر تمہارے جانے سے پہلے یوسفؑ کنوئیں کی تہ میں پہنچ گیا۔ تو میں تمہارا نام دفترِ ملائکہ سے محو کر دوں گا۔ پس میں بہت جلد اُترا اور ہوا میں یوسفؑ کو جا لیا اور ایک پتھر پر جو کنوئیں کی تہ میں تھا یوسفؑ کو بآرام بٹھا دیا۔ اور بہ سلامت اُن کو اُتار دیا۔ پس میں تھک گیا۔ (یارسولؐ اللہ) اُس کنوئیں میں سانپ اور اژدہے بہت تھے جس وقت انہیں یوسفؑ کی آہٹ معلوم ہوئی تو آپس میں کہنے لگے خبردار اب نہ نکلنا کہ نبیؑ کریم یہاں نازل ہوا ہے اور ہمارے مکان میں اُترا ہے۔ یہ سُنکر کوئی بھی اپنے بھٹوں سے باہر نہ نکلا۔ مگر ایک اژدہا برآمد ہوا۔ اور یوسفؑ کے ڈسنے کا ارادہ کیا تو میں اُن پر چلایا جس کی وجہ سے اُن کے کان قیامت تک کے واسطے بہرے ہو گئے۔

کسی کے جواب میں عبد اللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب حضرت یوسفؑ کنوئیں کی تہ میں ٹھہر گئے اور موذی جانوروں سے وہ مطمئن ہو گئے تو اپنے بھائیوں کو آواز دے کر کہنے لگے ہر شخص اپنی موت کے وقت وصیت کیا کرتا ہے۔ میں بھی تم سے وصیت کرتا ہوں کہ جب تم اپنے مکان کو واپس جاؤ تو میری تنہائی کو اور جب تمہیں اطمینان حاصل ہو جائے تو وحشت کو۔ جب تم کھانا کھاؤ تو میری بھوک کو اور جب پانی پیو تو میری پیاس کو اور جب تم کسی جوان کو دیکھو تو میری نوجوانی کو یاد کر لینا۔ جبرئیل نے کہا اے یوسفؑ خاموش ہو جاؤ (ایسی باتیں نہ کرو بلکہ) خدا سے دعا مانگو اور کہو۔ "یَا کَاشِفَ کُلِّ کُرْبَةٍ وَّ یَا مُجِیْبَ کُلِّ دَعْوَةٍ وَّ یَا جَابِرَ کُلِّ کَسِیْرٍ وَّ یَا حَاضِرَ کُلِّ بَلْوٰی وَّ یَا مُوْنِسَ کُلِّ وَحِیْدٍ وَّ یَا صَاحِبَ کُلِّ غَرِیْبٍ وَّ شَاهِدَ کُلِّ نَجْوٰی اَسْئَلُكَ بِحَقِّ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَنْ تَجْعَلَ لِیْ مِنْ اَمْرِیْ فَرَجًا وَّ مَخْرَجًا وَّ اَنْ تَجْعَلَ فِیْ قَلْبِیْ حُبَّكَ حَتّٰی لَا یَکُوْنَ لِیْ هَمٌّ وَّ شُغُلٌ سِوَاكَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ" (اے دکھ درد کے دور کرنے والے! اے دعا کے قبول کرنے والے! اے شکستہ کو جوڑنے والے: اے ہر بلاؤں میں حاضر! اے تنہا کے مونس! اے مسافر و آوارہ وطن کے ساتھی: اے مناجات کے وقت موجود لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ کا صدقہ دے کر میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میرے کام میں خوشی عطا کر۔ اور

مجھے یہاں سے نکال۔ اور اے کل مہربانوں سے زیادہ مہربان! تو اپنی رحمت سے میرے دل میں اپنی محبت اتنی ڈال دے کہ مجھے تیری یاد کے سوا کوئی فکر و شغل نہ ہونے پائے۔ پس فرشتوں نے درگاہِ خدا میں عرض کی اے ہمارے پروردگار! ہم دعا اور آواز کو سُن رہے ہیں۔ یہ آواز تو کسی نبیؑ کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ دعا بھی کسی نبیؑ کی دعا ہے۔ ارشادِ باری ہوا۔ یہ میرا نبی یوسفؑ ہے جو دعا کرتا ہے۔ خدا نے جبرئیلؑ کو وحی کی۔ اے جبرئیلؑ یوسفؑ سے کہہ دو لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ٥ ضرور بالضرور (ایک وقت) اُن کا یہ فعل تم خود اُن کو جتلاؤ گے اور وہ پہچانتے نہ ہونگے۔

تمام شد